

تفسير احمد

سُورَةُ الطَّارِقِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الطارق» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الطارق

پارہ (30)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ، اس کی سترہ (17) آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

"وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ" پر قسم کھانے کی وجہ سے اس سورت کا نام "طارق" رکھا گیا ہے، "طارق" کا معنی توڑنے والا اور کچلنے والا ہے، وہ چمکنے والا چاند یا ستارہ جو رات کی تاریکی کو چیر پھاڑ کر اپنی روشنی زمین پر پہنچائے اسے "طارق" کہتے ہیں۔

اس سورت کی پہلی آیت میں "طارق" کی قسم کھائی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے کہا سورت کا نام اس کے مطابق رکھا گیا ہے، واضح رہے کہ عرب کے صحرائشین اس سے پہلے بھی "طارق" نام کے ستارے سے واقف تھے، اور اسے پہچانتے تھے، بتایا گیا ہے کہ جنگ احد میں ہندہ بنت عتبہ ابو سفیان کی بیوی عورتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قریش کے لشکر میں تھی، جو اپنے جنگجوؤں کی حوصلہ افزائی کے لیے مل کر گیت گاتی تھی، جس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

نحن بنات الطارق * نمشی علی نمارق

ترجمہ: ہم چمکتے ستارے کی بیٹیاں ہیں، جو نرم قالینوں پر چلتی ہیں۔

سورہ طارق کے نزول کا وقت:

سورہ طارق کے مشتملات اور موضوعات بقیہ سورتوں کی طرح مکی دور کے ابتدائی ایام سے متعلق ہیں، لیکن یہ سورت تب نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور قرآن عظیم الشان پر کاری ضرب لگانے کے لیے تمام حربے استعمال کر رہے تھے۔

سورة الطارق کا سورة البروج سے تعلق اور مناسبت:

الف: دونوں سورتوں طارق اور بروج کی ابتداء اور آغاز سورہ انشقاق اور انفطار کی طرح آسمان پر قسم کھانے سے ہوتی ہے۔

ب: اسی طرح اس کی آیات کی ترکیب میں: زندہ ہونا، قیامت، قرآن کی صفات اور مشرکوں، جھوٹوں اور کافروں کا رد جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے، جس میں سے سورہ بروج کی آیات (13،21،22) اور سورہ طارق کی آیات (8-13) کا ذکر ہے۔

سورة الطارق کے الفاظ، حروف اور آیات کی تعداد:

سب سے پہلے جاننا چاہیے کہ سورة الطارق سورة البلد کے بعد نازل ہوئی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس سورت کا "طارق" نام رکھنے کی وجہ اس کی پہلی آیت کی بنیاد پر ہے، سورہ "طارق" مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک (1) رکوع، سترہ (17) آیتیں، اکسٹھ (61) الفاظ، ایک سو چوراسی (184) حروف، اور اٹھانوے (98) نقطے ہیں۔

(یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے "سورة الطور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

سورة الطارق کا سبب نزول:

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے: ابو اشدرنگے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہو کر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعویٰ ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس (19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے باقی نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

سورة الطارق سے متعلق معلومات:

اس کے بنیادی موضوعات دو محوروں قیامت اور قرآن عظیم اور اس کی قدرو اہمیت کے گرد گھومتے ہیں، لیکن سورت کے شروع میں فکر انگیز قسموں کے بعد بنی نوع انسان کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کردہ نگران کے وجود کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس کے بعد معاد "یوم واپسی، یعنی قیامت" کے امکان کو ثابت کرنے کے لیے پہلی زندگی اور منی سے انسان کی ابتدائی تخلیق کی طرف اشارہ ہے اور نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، (خدا تعالیٰ جو اسے ایسے بے کار اور حقیر پانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اسے دوبارہ واپس لانے کی قدرت رکھتا ہے) اس کے بعد قیامت کے دن کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر بہت سی معنی خیز قسموں کے ساتھ قرآن کی اہمیت کی نشاندہی کی گئی ہے، اور آخر میں کافروں کو عذاب الہی کی دھمکی دے کر سورت کو ختم کیا گیا ہے، اس سورت میں ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ کہا گیا ہے: کہ ہر انسان کا ایک خاص محافظ اور نگران ہوتا ہے، جو اس کے اعمال کو لکھ کر رکھتا، اور حساب و کتاب اور جزا اور سزا کے لیے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔

اس وجہ سے انسان اکیلا نہیں ہے، جو کوئی بھی ہو اور جہاں بھی ہو وہ خدا تعالیٰ کے مامور فرشتوں کی نگرانی میں ہوگا، یہ وہ اصل مقصد ہے جس پر توجہ دینے سے انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے اور یہ اس کی تعلیم میں انتہائی مؤثر ہے، انسان شروع میں مٹی تھا، پھر کئی مرحلوں سے گزر کر نطفہ بن گیا، اور یہ نطفہ پیچیدہ اور حیرت انگیز مراحل سے گزرنے کے بعد مکمل انسان کی صورت میں تبدیل ہو گیا، اس لیے اس کی واپسی نئی زندگی کی طرف کسی قسم کی مشکل کا باعث نہیں بنے گی، یہ ظہور یعنی روز قیامت زندہ ہونا اہل ایمان کے لیے فخر، عزت اور برکات کا باعث نعمتوں کی صورت میں، اور مجرموں کے لیے رسوائی اور ذلت کا باعث ہے، کتنا تکلیف دہ ہوگا کہ ایک انسان تمام عمر لوگوں کے درمیان عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزارے، لیکن اس دن تمام مخلوقات کے سامنے رسوا اور شرمسار ہو جائے، اس دن نہ ایسی کوئی قوت ہوگی جو اس کی برائیوں پر پردہ ڈال سکے، اور نہ کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے عذاب الہی سے رہائی بخشے۔

سورت کے آخر میں تمام مسلمانوں کے لیے اپنے کاموں میں ایک مشق اور مثال دی گئی ہے خاص طور پر اس وقت جب ایک طاقتور اور خطرناک دشمن مد مقابل ہو تو ہمت، حوصلہ، صبر اور محتاط طریقے سے سامنا کریں اور کسی

بھی جلد بازی یا بغیر منصوبہ بندی کے کوئی کام نہ کریں اور ایسے اقدامات سے گریز کریں جو وقت اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہوں۔

سورت کے اہم ترین موضوعات:

- 1 - طارق کی اہمیت و عظمت کا اظہار کرنا یا اس کی قسم کھانا۔
- 2 - انسان کے اعمال کی نگرانی۔
- 3 - انسان کی تخلیق اور تکمیل کے مراحل۔
- 4 - قیامت اور اس دن انسانوں کے پوشیدہ رازوں کا ظہور۔
- 5 - قرآن کی عظمت کی طرف اشارہ۔
- 6 - کافروں کو مہلت دینے کا حکم۔

سورة الطارق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النُّجُومُ الثَّاقِبُ ۝ إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصُّدُعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَآكِيدٌ كَيْدٌ ۝ فَمَهْلِكُ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ رُويْدًا ۝

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝	قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)
النُّجُومُ الثَّاقِبُ ۝	وہ تارا بے چمکنے والا (3)
إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝	کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں (4)
فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝	تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کابے سے پیدا ہوا ہے (5)
خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝	وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے (6)
يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝	جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)

بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)	إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝
جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)	يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝
تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)	فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝
آسمان کی قسم جو مینہ برساتا ہے (11)	وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝
اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)	وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝
کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)	إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۝
اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)	وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝
یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں (15)	إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝
اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)	وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝
تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)	فَمَهْلٍ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ رُوِيَ ۝

تفسیر کا خلاصہ

محترم قارئین:

آیات مبارکہ (1 تا 17) میں فرشتے انسان کے نگران، انسانی تخلیق، رب تعالیٰ کا بنایا ہوا شاہکار، قرآن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، کافروں کو تھوڑی سی مہلت ایک معین وقت تک جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)	وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝۱
--	------------------------------

رب تعالیٰ اس سورت میں آسمان اور فرشتوں کی قسم کھا کر فرماتے ہیں: ہر ایک انسان کے لیے ایک محافظ مقرر کیا گیا ہے، جو کہ اس کے تمام افعال، اعمال، حرکات اور سکنت پر نظر رکھے ہوئے اور جانتا ہے، اس کا عقلی تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے انجام کے بارے میں سوچے، کیونکہ وہ جو کام بھی دنیا میں کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے، یہ اعمال کا محفوظ ہونا قیامت میں حساب و کتاب کے لیے ہے، اس لیے آخرت کی فکر سے ہر گز غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

طارق: وہ ستارہ ہے جو رات کو دوسرے ستاروں کی طرح نمودار ہوتا ہے، اور دن کو چھپ جاتا ہے، حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ أَوْ رَحْمَنٍ) ترجمہ: "میں رات اور دن کے وقت آنے والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مگر ایسے آنے والے سے نہیں جو بھلائی لائے اے رحمن"

دوسری حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ مسافر آدھی رات کو اچانک اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اہل و عیال کے پاس داخل ہو۔

اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)	وَمَا أَكْذَرُكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲
---	------------------------------------

طارق: لغت میں: کھٹکھٹانا، "طرق" کے مادے سے لیا گیا ہے، یعنی کھٹکھٹانے والا آلہ، اسی لیے ہتھوڑے کو بھی "مطرقة" کہا جاتا ہے، عرب رات کو گھر کے دروازے پر دستک دینے والے کو "طارق" کہتے ہیں۔

یہاں طارق سے وہی مراد ہے جو دوسری آیت کے بعد ذکر ہوا ہے، یعنی: "النَّجْمُ الثَّاقِبُ"، "ثاقب" ایک روشن ستارہ ہے جس کی روشنی انسانی آنکھ میں داخل ہو کر اس کے وجود کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔

مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں: طارق (نجم ثاقب) سے مراد ہر وہ روشن ستارہ ہے جو آسمان میں چمکتا ہے، اس لیے عظیم رب نے ایک ستارے کی

نہیں بلکہ اس نے ان تمام ستاروں کی قسم کھائی ہے جن کی ایک خاص چمک اور روشنی ہے، کیونکہ ان ستاروں کی عظمت انسانوں پر زیادہ نمایاں ہے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں: اس سے مراد "زحل" ستارہ ہے کیونکہ "زحل" نظام شمسی کا سب سے زیادہ دور، اونچا اور بلند ترین ستارہ ہے جسے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد اورانوس، نیپٹون اور پلوٹون دریافت ہوئے، اگرچہ یہ تین ستارے بغیر آلات کے آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے، اور آخر میں پلوٹون کو نظام شمسی سے نکالا جاچکا ہے، کیونکہ اس کی سیارے جیسی کافی حجم نہیں ہے، بلکہ یہ ایک گردش کرنے والی چٹان ہے جو نظام شمسی میں موجود ہے۔

طارق کو زحل ستارے سے تعبیر کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ستارہ خاص خصوصیات کا حامل ہے کہ سائنسدانوں نے ابھی تک اس کے رازوں سے پردہ نہیں اٹھایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ زحل کے گرد حلقے نظر آتے ہیں جو فاصلے پر مسطح اور عریض ہیں، اور زحل کے گرد گھومتے ہیں، کیا حلقے برف کے ٹکڑے ہیں جو اس کے ارد گرد گھومتے ہیں، یا اس بکھرے ہوئے سیارے کا ٹکڑا ہے جو اس سے پہلے سورج کے گرد گھومتا تھا یا کچھ اور ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ "طارق" سے مراد "ثریا" ستارہ ہے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿٣﴾	وہ تارا ہے چمکنے والا (3)
--------------------------	---------------------------

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ ہمارا عظیم رب ان ستاروں کی قسم کھاتا ہے جو رات کو نمودار ہوتے ہیں اور ان کی روشنی اور چمک آسمان اور رات کی تاریکی کو چیر دیتی ہیں اور زمین سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

سب سے اصح قول مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" تمام ستاروں کو شامل ہے، اگرچہ بعض مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" سے مراد "زحل" ستارہ ہے، جس کی روشنی ساتوں آسمانوں سے گزر کر دیکھی جاتی ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین کا یہ عقیدہ ہے کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" سے مراد چاند ہے جو دراصل ہمارے قریب ترین روشن ستاروں میں سے ایک ہے، یہ ایک چھوٹا ستارہ ہے چونکہ اس کا فاصلہ ہم سے بہت کم ہے اس لیے وہ ہمیں بڑا نظر آتا ہے۔

کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان
مقرر نہیں (4)

إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لِّهَا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴

رب تعالیٰ قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر ایک کے لیے ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اچھے اور برے کاموں کو لکھ کر محفوظ کرتا ہے، اور وہ اپنے ہر کام کے بدلے میں جو اس نے کیا ہے اور محفوظ ہوا ہے جزا اور سزا پائے گا، یہ آیت پچھلی دونوں قسموں کا جواب ہے۔

نگہبان اور محافظ وہ فرشتے ہیں جو انسانی عمل، گفتگو، کردار اور خیر و شر میں سے جو عمل کرتا ہے اسے لکھ کر محفوظ کر دیتے ہیں اور آفتوں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ وہ اس کے اعمال، روزی اور مقررہ وقت کو لکھ کر اس کی نگرانی کریں، دراصل نگرانی کرنے والی ذات اللہ رب العزت ہے، لیکن فرشتوں کی نگہبانی اس اللہ کی نگہبانی کے زیر اثر اور تابع ہے، کیونکہ فرشتوں کی انسان پر نگرانی رب کے حکم سے ہے۔

تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کابے
سے پیدا ہوا ہے (5)

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵

انسان کو اپنی تخلیق اور ابتدائی پیدائش کو دیکھنا چاہیے، یعنی: انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ وہ جان سکے کہ اللہ تمہاری پہلی تخلیق پر قادر ہے تو دوبارہ زندہ کرنا تو اس سے آسان ہے۔

وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے
(6)

خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝۶

"اچھلتے پانی" جو کہ رحم میں بہادیا جاتا ہے، اس سے مراد مرد اور عورت کے نطفہ کا پانی ہے، اس لیے کہ انسان ان دونوں پانیوں سے مل کر بنا ہے، ان دونوں کا ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے اس بنا پر کہ دونوں پانی باہم خلط کیے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ: ابو اشد رنکے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہو کر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعویٰ ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس (19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے

باقی نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)	يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ، ۝
---	--

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مراد ممکن ہے صرف آدمی کی منی ہو جو اس کی کمر اور سینے سے نکلتی ہے، شاید یہی معنی بہتر ہو، کیونکہ پانی کو کودنے والا کہا گیا ہے، اور یہ مرد کی منی ہے جو کہ کودنے والی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ "ترائب" کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور مردوں میں "ترائب" والے دو پستان والی عورت کی طرح ہے، اگر اس سے مراد عورت ہوتی تو فرماتا: "من بین الصلب والشدیین" یعنی کمر اور دو پستانوں کے درمیان سے۔

"الصُّلْبُ" پشت کی ہڈی، ریڑھ کی ہڈی۔

"التَّرَائِبُ" جمع "تَرْيَبَة"، سینے کی ہڈیاں۔

"يَخْرُجُ" فعل کا فاعل ضمیر مستتر (هو) ہے جو اس سورت کی پانچویں آیت میں "انسان" کی طرف لوٹتی ہے، ترقی یافتہ انسانی جنین کے دو قطب جنین کے آخری ہفتوں میں ماں کے سینے کی سٹرنم اور نچلی پسلیوں اور ماں کی کمر کی ریڑھ کی ہڈی کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور وہاں سے یہ برتھ کینال کے راستے میں حرکت کرنا شروع کر دیتا ہے۔

"رجعه" میں ضمیر "ه" "انسان" کی طرف راجع ہے، یہ آیات نطفہ کے جنم کے آغاز سے لے کر قیامت تک انسانی زندگی کے راستے کا جائزہ لیتی ہے۔

انسانی نطفے میں 200 تا 300 یا اس سے بھی زیادہ اسپرم ہوتے ہیں بعض نے ان کی تعداد 200 تا 50۰0 بھی بتائی ہے، ان اسپرم کو جراثیم، کیڑے اور کرم بھی کھاجاتا ہے، ہر اسپرم کی لمبائی 10 تا 100 بال برابر ہوتی ہے، اور ہر بال ایک میٹر کا دس لاکھواں حصہ بنتا ہے، ان اسپرم میں سے ہر ایک کا سر، گردن اور ایک متحرک دم ہوتی ہے یہ 16 سے 23 مائکرون فی سیکنڈ

کی رفتار سے حرکت کرتے ہیں، مجامعت کے وقت عورت کے رحم میں یہ اسپرم داخل ہوتے ہیں، مگر بچہ پیدا کرنے کے لیے ان 200 تا 5000 اسپرم میں سے صرف ایک ہی کافی ہوتا ہے، اور اگر ایک مردانہ اسپرم عورت کے نطفے کے ایک جرثومے میں داخل ہو جائے تو ان دونوں کے ملاپ سے بچہ تولد ہوتا ہے، بقیہ جراثیم کی ضرورت نہیں رہتی (توماس، رویان شناس لانگمس، رضای، حسن رضا، قرآن و فرہنگ زمانہ طبع تہران)۔

منی کی اصل جگہ کے بارے میں ماہرین کہتے ہیں کہ لغت کی کتابوں میں منی کی جگہ صلب اور ترائب بتایا گیا ہے، صلب ریڑھ کی دو ہڈیاں اور ترائب ان ہڈیوں کے مقابل سامنے یعنی پیڑھ کی دو ہڈیاں ہیں، یہ پچھلی اور اگلی ہڈیاں ریڑھ کے مہروں کے ذریعے مربوط ہیں، (جب مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں جاتا ہے تو) پہلے وہ بیضہ میں اور بیضہ رحم میں قرار پاتا ہے، اگر جنین نہ رہے تو چھ ماہ تک پشت میں (عورت کے رحم کے ایک حصے میں) رہتا ہے، اور پھر وقت مکمل ہونے پر پیدا ہوتا ہے، اور اگر جنین مادہ ہے تو مختصر وقت کے لیے رحم کی اطراف کی نالیوں میں (پشت میں نہیں) رہتا ہے، (پھر رحم میں آتا ہے اور پھر اپنے مقررہ وقت پر پیدا ہوتا ہے)۔

انسانی نطفہ کی پیدائش و افزائش کے بارے میں ایک اور علمی نظریہ بھی ہے جو کہ لغت کے مطابق بھی ہے اور مشہور قول بھی ہے اور وہ رائے یا نظریہ اس طرح ہے کہ مرد کا نطفہ مرد کے صلب یعنی پشت اور اس کے ترائب یعنی ٹانگوں کی اوپری ہڈیوں کے درمیان سے خارج ہوتا ہے، پوسٹ مارٹم اور انسانی جسم کی جانچ سے ثابت ہوا ہے کہ مرد کی منی کے گزرنے اور قرار پکڑنے کی جگہ صلب اور ترائب (پشت اور اگلی ہڈیوں) کے درمیان ہے، یہیں پر منی کی تھیلیاں ہیں، یہیں پر وہ غدود ہیں جو منی میں رطوبت شامل کرتے ہیں (پروسٹیٹ گلینڈ) یعنی ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ صلب ایک عصبی نظام ہے، جو تناسل کے کام کا مرکز ہے اور ترائب اس تناسل کے اجراء کے لیے عصبی کام کرنے والے کا نام ہے، صلب منی کو اپنے اندر رکھتا ہے اور ترائب اس کو بوقت ضرورت خارج کرتا ہے، اور یہ دونوں یعنی صلب اور ترائب آدمی کے کولہے کی ہڈیاں صلب اور خصیتین کے اطراف کی دو ہڈیاں یعنی ترائب منی کا مرکز ہیں (دیاب و قرقوز، رضای، حسن رضا، بررسی شبہات، قرآن و فرہنگ زمانہ)۔

اس رائے کو مد نظر رکھیں اور کتب لغت اور مفسرین اور طب کے ماہرین کی رائے کو دیکھیں تو کھاجا سکتا ہے کہ صلب یعنی مرد کی پشت ایک عصبی

مرکزھے اور ترائب ران کے اوپر کی وہ ہڈیاں ہیں جن کے درمیان مرد کے تناسلی اعضاء ہیں، چنانچہ صلب اور ترائب ماہرین کی نظر میں یہی ہیں۔

بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)	إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝
---	-------------------------------------

جس خدا نے انسان کو اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا ہے ایسا پانی جو ایسی مشکل جگہ سے نکلتا ہے، انسان کو آخرت میں دوبارہ زندہ کر کے جزا و سزاء کیلئے لوٹانے پر قادر ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمیں در اصل انسان کی کمزوری اور عاجزی یاد دلائی ہے اور اسے قیامت کا اقرار کرنے کی ہدایت دی ہے، کیونکہ وہ ذات جو اسے پہلی بار پیدا کرنے کی طاقت رکھتی ہے، دوبارہ اس کو بطریق اولیٰ پیدا کر سکتی ہے۔

جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)	يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝
---------------------------------------	-------------------------------

جس دن چھپی ہوئی اچھائیاں اور برائیاں چہرے سے عیاں ہوجائیں گی، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۝) ترجمہ: "جس دن بہت سے چہرے سفید ہونگے اور بہت سے سیاہ" دنیا میں بہت سے چہرے پوشیدہ رہ جاتے ہیں، لوگوں کے لیے طاہر نہیں ہوتے، لیکن قیامت کے دن نیک لوگوں کی نیکیاں اور بُرے لوگوں کی بُرائیاں اعلانیہ طور پر آشکار ہوجائیں گی۔

تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)	فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝
--	---

یعنی اپنے دفاع کی صلاحیت بھی نہیں رکھ سکے گا اور نہ ہی کوئی اس کا مدد کرنے والا ہوگا۔

"التسهیل" میں ہے کہ: چونکہ دنیا میں رکاوٹوں اور مسائل کو یا تو انسان خود ہی دور کر سکتا ہے یا کوئی اور ان پر قابو پانے میں اس کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن انسان ان میں سے کسی سمت سے مدد حاصل نہیں کر سکے گا، نہ اس کی اپنی طاقت ہوگی اور نہ کوئی اس کی مدد کر سکے گا (التسهیل: 192/4)۔

(فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ) بہت ساری آیتوں کے رو سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ: قیامت کے دن نجات کا ذریعہ صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح ہے اور بس، (ملاحظہ کریں: آیہ: 19: سورہ انفطار)۔

"ناصر" نصّر اور نصرت کے مادے سے ایک خاص قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، نصر اور عون میں فرق یہ ہے کہ "عون" ہر قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ نصرت مدد کرنے کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں جو آفت اور مصیبت کے وقت ہوتی ہے، جس کا انسان محتاج ہو، مدد کا ایک حصہ اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ جو قرآن کریم میں آیا ہے بندے کی طرف سے اللہ کی طرف ہے، "إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" (محمد: 7) ترجمہ: "اگر تم اللہ (کے دین اور پیغمبر) کی مدد کرو گے، وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"

اللہ کے لیے انسانی نصرت کا کیا مطلب؟ یعنی: بندگی کرنا اور اللہ کی نازل کردہ حدود اور احکام کو قائم کرنا، خدا کے ساتھ اپنے عہد کو برقرار رکھنا، ان تمام معنوں کا مجموعہ اللہ کے لیے انسان کی نصرت اور مدد میں شامل ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر بندے کی مدد کا بہترین طریقہ اللہ کی بندگی ہے۔

آسمان کی قسم جو مینہ برساتا ہے (11)

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱

مفسرین "رجع" کے معنی میں لکھتے ہیں: "رجع" وہ بارش ہے جو لگاتار برستی ہے، یعنی ایک بار برستی ہے اور ختم ہوتی ہے پھر واپس آتی ہے اور برستی ہے، بارش والے آسمان کی قسم کہ ہر سال اس سے بارش برستی ہے، اور وہ زمین کو چیرتی ہے اور پودے اور سبزہ اگاتی ہے، اور اسی کے ذریعے انسان اور جانور زندہ رہتے ہیں خدا تعالیٰ کے احکام ہمیشہ آسمان پر انجام پاتے ہیں، قیامت کے دن زمین پھٹ جائے گی اور اس سے مردے باہر آئیں گے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "رجع" کا مطلب ہے اگر بارش نہ ہو تو انسان نیست و نابود ہو جائیں گے، اور چوپائے تباہ ہو جائیں گے۔

اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصُّدُوعِ ۝۱۲

جسے پودوں، درختوں، آتش فشاں وغیرہ کو نکالنے کے لیے چیرا جاتا ہے، اور یہ چیزیں اس سے نکلتی ہیں، "ذَاتِ الصَّدْعِ" جس میں شگاف ہو، زراعت کے لیے تیار، نباتات اُگنے کی وجہ سے شگاف پڑ جانا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "ذَاتِ الصَّدْعِ" کا مطلب ہے سبزہ اُگنے اور پھل دینے کے موقع پر زمین کو پھاڑ دینا (تفسیر طبری: 90/30)

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی قسم کھائی ہے جو ہم پر بارش برساتا ہے، زمین کی قسم کھائی ہے جو ہمیں پھل اور نباتات دیتی ہے، تخلیق کے معاملے میں آسمان کو باپ اور زمین کو ماں کی حیثیت حاصل ہے، دونوں کے درمیان عظیم اور ہمہ گیر نعمتیں ہیں جن پر انسانوں اور جانوروں کی بقاء کا انحصار ہے۔

کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)	إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝۱۳
--	-----------------------------

یہ مبارک آیت جواب قسم ہے: بلاشبہ یہ قرآن حق اور باطل، گمراہی اور ہدایت اور نیکی اور بدی میں فرق کرتا ہے۔

"فَصْلٌ" (1) یعنی حق اور سچا ہے، (2) اس کی معلومات صحیح اور غلط میں فرق واضح کرتی ہیں، (3) یہ متقی اور ظالم میں فاصلہ پیدا کرتا ہے۔

اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)	وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴
---	----------------------------

قرآن پاک مبالغہ آرائی یا مذاق نہیں ہے، بلکہ قرآن ایک سنجیدہ کلام ہے، ایسا کلام جو صحیح اور غلط گروہوں اور افکار کے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اختلافات اور جھگڑے اسی کے ذریعے حل ہو جاتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے" حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ کونسا ہے؟ فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب: اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب ہے، (فیہ نبأ من قبلکم، وخبر ما بعدکم، وحکم ما بینکم، هو الفصل ليس بالهزل، من ترکه من جبار قصبه الله ومن ابغى الهدى في غيره أضله الله وهو

حبل اللہ المتین، ونورۃ البین، وهو الذکر الحکیم، وهو الصراط المستقیم، وهو الذی لا تزیغ به الأھواء ولا تلتبس به الألسنة ولا تتشعب معه الآراء ولا يشبع منه العلماء ولا یملہ الأتقیاء ولا یخلق علی كثرة الرد ولا تنقضی عجائبه، هو الذی لم تنته الجن لما سمعته أن قالوا: "قُلْ أُوحِیَ إِلَیَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝١ یَّهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۝٢ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝٣" (سورة الجن: 1 تا 2) ترجمہ: اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں (یعنی اعمال و اخلاق کے جو دُنیاوی و آخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب سے آگاہی دے دی گئی ہے) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں اُن کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح اور غلط کے بارے میں) وہ قول فیصلہ ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے، جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور اور سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اُس کے حصے میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی، (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا) قرآن ہی حبل اللہ المتین ہے (یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے)، اور اللہ کا چمکتا نور ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراط مستقیم ہے، وہی ہے جس کی اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں، اور زبانیں لڑکھڑ انہیں سکتیں، اور آراء اس کی روشنی میں متفرق نہیں ہوں گی، اور علم والے اس کے علم سے کبھی سیر نہیں ہونگے، اور متقی لوگ اس سے کبھی بیزار نہیں ہوں گے، کثرتِ مزاوت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا، اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے، قرآن کی شان یہ ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے: (قُلْ

أُوحِیَ إِلَیَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝١ یَّهْدِیْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۝٢ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝٣) (سورة الجن: 1 تا 2) ترجمہ: "(اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک بہترین قرآن سنا۔ جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے"

جو قرآن کے علم سے راستہ ہوا وہ آگے بڑھ گیا اور جس نے قرآن کے ذریعے بات کی اس نے سچ کہا، اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی وہ راہ راست پر آ گیا، قرآن عظیم ایک مشعل ہے جو بجھتی نہیں اور وہ ایسا چراغ ہے جس کی روشنی کبھی ختم نہیں ہوتی، قرآن وہ کتاب ہے جو صحیح اور غلط کو الگ

کرتی ہے، اور ذہنوں سے شکوک و شبہات کو دور کرتی ہے، اور اس کو سننے اور پڑھنے سے دل کو چمکایا جاتا ہے اور تقویت ملتی ہے، انسان کو سکون اور اطمینان ملتا ہے، قرآن کریم انسانیت کے لیے ہدایت اور روشنی کی کتاب ہے، اور انسان کی زندگی میں اس کی حیثیت اور کردار نہایت ہی اہم اور ضروری ہے۔

قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو صرف 1400 سال پہلے رہنے والے لوگوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے، بلکہ قرآن تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک کتاب ہے، بشر اور بشریت کی پوری تاریخ میں، یعنی جب تک انسان باقی ہے قرآن کریم ان کی رہنمائی کرتا رہے گا، انسان حقیقی ترقی اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآنی ہدایات پر کان دھرے، انسان اصل اور ابدی سعادت اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآن پاک اور اس کی تعلیمات کی طرف رجوع کرے۔

مسلمانو یاد رکھو!

زندگی کے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ جو بھی قرآن کے راستے پر ہے اور قرآن سے دوستی رکھتا ہے، اسے چاہتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے اور احترام کرتا ہے، یقین رکھو کہ اسے قرآن پر بھروسہ اور اعتماد رکھنے کا صلہ ضرور ملے گا، قرآن کریم انسان کو زندگی میں اکیلا نہیں چھوڑے گا، قرآن ایسی کتاب ہے جو غم اور خوشی میں انسان کا ساتھ دیتی ہے، یہ بات یاد رکھو کہ قرآن آدھے راستے کا دوست اور ساتھی نہیں ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو لوگوں کو خوشی اور سرشاری کے ساتھ عبادت کرنے کی دعوت دیتی ہے، اگر انسان کا دوست قرآن ہے تو یقیناً اس دوستی کا حامی اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ سے زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد کون ہے؟ اور کون ایسا ہے جو نصرت اور مدد کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قوی اور قابل اعتماد ہو؟

یہ کتاب وعظ و نصیحت اور شیریں کلام سے بھرپور ہے اور انسانوں کو اعلیٰ مرتبے کا احترام دیتی ہے، اس کتاب کے قوانین و احکام پر عمل کرنا نہ صرف مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کا سبب ہے، بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو اس کی طرف دعوت دینا ہے، قرآن کریم دنیا کے مسلمانوں کے لیے بحیثیت سہارا اور آرام گاہ اور مسلمانوں کی وحدت میں اتحاد کا مرکزی محور شمار ہوتا ہے، یہ کتاب مسلمانوں کی طاقت اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی کمزوری رہی ہے اور رہے گی۔

یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے
ہیں (15)

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝۱۵

جو لوگ قرآن اور پیغمبر کو جھٹلاتے ہیں وہ سخت دھوکہ دہی کرتے ہیں، تاکہ اپنے اس دھوکے سے حق کو شکست دیں اور باطل کی مدد کریں۔

یہ آیت مبارکہ کفار اور خاص طور پر کفار قریش کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے لوگوں کو قرآن، پیغمبر اور اس کی دعوت سے دور رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کام ایک منصوبہ بندی پر مبنی ہے، وہ پیغمبر کو روکنے اور کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔

"يَكِيدُونَ" کید کے مادے سے ہے، اور یہ کسی کام کے انجام دینے کے بارے میں سوچنے کی قسم ہے، یہ ایک قابل مذمت چال ہوسکتی ہے، یعنی چالاکی اور دھوکہ دہی سے کرنا، کید بعض مرتبہ ممدوح بھی ہوسکتا ہے، یعنی قابل تعریف ہوسکتا ہے جیسے کوئی اچھی چال چلنا کسی اچھے مقصد کے لیے۔

اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)

وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝۱۶

یعنی: میں بھی تدبیر کروں گا، تاکہ ان کا کوئی بھی مکر و تدبیر مؤثر نہ ہو، میں بھی حق کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس باطل کو جو وہ لائے ہیں دور کرنے کے لیے تدبیر کروں گا اگرچہ کافروں کو یہ پسند نہ ہو، یہ واضح ہے کہ کون کامیاب ہوگا، کیونکہ انسان بہت کمزور، حقیر اور کمتر ہے خدائے غالب اور حکیم کو شکست نہیں دے سکتا۔

مفسر ابو سعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان کے مکر و فریب کے مقابلے میں ایک مضبوط اور ٹھوس چال سے کام لوں گا جسے رد نہیں کیا جاسکے گا، کہ جب وہ ہر چیز سے غافل ہونگے میں انہیں گرفت میں لے لوں گا۔ (ابوسعود: 438/8)

اس آیت کریم میں اللہ تعالیٰ نے دعوت دینے والے مسلمانوں کو تسلی دی ہے اور انہیں ذہنی اطمینان بخشا ہے، فرماتا ہے: پریشان اور اداس مت ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں، اور وہ لوگ میرے مد مقابل کھڑے نہیں ہوسکتے، ان سب کو ہلاک کردوں گا، لیکن یہ تب ہوگا جب تم اپنی دعوت اور ذمہ داری بھرپور ادا کرو گے، پھر اس وقت تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی، جس "کید" کی یہاں اللہ

تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے اس "ممدوح کید" کی قسم میں سے ہے (یعنی تدبیر کے معنی میں ہے)۔

آیت مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہوجاتا ہے کہ: انسان کے ساتھ اللہ کا معاملہ اس کے اعمال کی مناسبت سے ہوگا، اگر سیدھے اور خیر کے راستے میں قدم اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت عطا فرمائے گا، (جَاهِدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ) (عنکبوت: 69) اگر مکر اور حیلہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے مکر میں گرفتار ہوگا، (يَكِيدُونَ كَيْدًا وَآكِيدُ كَيْدًا) اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)

فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهَلُهُمْ رُؤُودًا ۝۱۰

تاکہ ان سے متعلق اتمام حجت ہوجائے اور بعد میں ان کا بُرا ہوگا، اور وہ دنیا و آخرت میں شرمندہ ہونگے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ ان کے اعمال کا نتیجہ ان کے سامنے ظاہر ہوگا، اور ضرور جان لیں گے ان کی چال اور دھوکے کی میری تدبیر کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے، اس لیے دشمن کے ساتھ معاملہ میں نہ خود عجلت اور جلدی کریں اور نہ اللہ سے جلدی اور عجلت چاہیں۔

"مہل" جو کہ "مہل" کے مادے سے ہے، اس کا مطلب ہے سکون و اطمینان سے کسی کام کو انجام دینا، "مہلت" یعنی ایسا موقع پیدا کرنا کہ کام حوصلہ مندی سے پورا کر سکے، اسی طرح "امہال": یعنی چھوڑنا اور تاخیر کرنا، "تھوڑے سے وقت میں" ان کو مہلت دو قریب کی مہلت، اور تھوڑی مہلت، اور عنقریب تم دیکھو گے کہ ان پر ذلت آمیز عذاب نازل ہوگا، اور جب عذاب کا وقت آئے گا تو آپ ان کی زندگی کا تلخ خاتمہ دیکھیں گے۔

جنین میں مرد اور عورت کے انڈوں کا کردار

آیہ مبارکہ "يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ" (طارق: 7) میں خلقت کا موضوع اور اس میں سے "جنین" کے موضوع پر بحث کی گئی ہے، جنین لغت میں ڈھانپنے کے معنی میں ہے یعنی کسی بھی چیز کو چھونے سے بچانا بچے کے لیے "جنین" کہا گیا ہے کہ وہ ماں کے رحم میں پوشیدہ اور مخفی ہے۔

صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ: يَارَبِّ نُطْفَةٍ، يَارَبِّ عَلَقَةٍ، يَارَبِّ مُضْغَةٍ، فَإِذَا أَرَادَ

أَنْ يَقْضَىٰ خَلْقُهُ قَال: أَذْكَرُ أَمْ أُنْثَىٰ، شَقِيَ أُمُّ سَعِيدٍ، فَمَا الرِّزْقُ وَالْأَجَلُ، فَيَكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ. (بخاري 6595) و مسلم (2624)"

ترجمہ: "رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ علقہ ہو گیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہو گیا ہے، پھر جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک بخت، روزی کتنی مقرر ہے اور عمر کتنی، پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔"

اس کا ہر مرحلہ چالیس دن ہے، یعنی چالیس دن نطفہ، چالیس دن علقہ، اور تیسرے مرحلے میں چالیس دن مضغہ (یا تخلیق) کہتے ہیں، اور آخری مرحلے میں جب "مضغہ" ہو جاتا ہے تو فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے لکھنے کے لیے اور بچے کے جنس کو بھی کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ أَحَدَكُمْ يَجْمَعُ خَلْقَهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَاقِلَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤَمِّرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ) (بخاري: 3208) ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں اکھٹا کیا جاتا ہے، پھر وہ اتنی مدت (چالیس دن) کے لیے علقہ رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت کے لیے مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے۔"

انتہائی مرحلہ مضغہ ہے جس سے تخلیق ہوتی ہے رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے: (فَاتَّخَذْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَاقِلَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ) (سورہ حج: 5)

ترجمہ: "تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اُس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اُس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں۔"

"مُخَلَّقَةٍ" یعنی: گوشت کا ٹکڑا جس کا واضح چہرہ، جسم اور کامل تخلیق کے ساتھ آنکھ، منہ اور پاؤں وغیرہ۔

پھر آخری مرحلہ مضغہ (جو اسی دن کے بعد سے شروع ہو کر ایک سو بیس دن تک طول پکڑتا ہے) میں دھیرے دھیرے جنین کی شکل ظاہر ہونے لگتی ہے، اور اس کی جنس بھی فرشتے کو بتادی جاتی ہے، آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس نوزائیدہ بچے کی جنس کو نہیں جانتا، جیسا کہ فرماتا ہے: (إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝۳۴) (سورہ لقمان : 34) ترجمہ: "خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک خدا ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے۔"

اس آیت مبارکہ اور گذشتہ حدیث کے مابین تطبیق دیں گے تو ہمیں یہ نتیجہ ملے گا کہ آیت کا معنی یہ ہے: نوزائیدہ کی تخلیق سے پہلے (تیسرے مرحلے کی تکمیل سے پہلے) صرف اور صرف خدا اس کی جنس کو جانتا ہے، لیکن اس کی تخلیق کے بعد اس کے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا مقررہ وقت لکھے اور جنین کے جنسیت سے اسے باخبر کیا جاتا ہے، اب جنین کا علم غیبیات کا حصہ نہیں رہا، بلکہ اب عالم گواہی کا جز ہے، کیونکہ مامور بہ فرشتہ بھی اس نوزائیدہ کی جنسیت سے مطلع ہوا ہے، حالانکہ وہ حالت غیبی سے خارج ہوا ہے، اس لحاظ سے جدید آلات کے ذریعے انسان مضغہ کے مرحلے (چار ماہ) مکمل ہونے کے بعد حمل کی شکل سے جنین کی جنس جان سکتا ہے، لہذا طبی آلات کے ذریعے اس امر کو جاننا اس آیت سے متضاد نہیں ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا پیدا کرنا چاہتا ہے، لیکن جب بھی جنین کے مذکر اور مؤنث ہونے یا بد بخت یا خوش بخت ہونے کا حکم کرے، اس کے مؤکل فرشتے بھی اس سے واقف ہوجاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد جس کو بھی چاہے اپنی مخلوقات میں سے وہ بھی واقف ہوجاتا ہے۔"

ایک اور نکتہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں عام طور پر فرمایا ہے: "وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ" یعنی: "جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے جانتا ہے"

اس آیت میں جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ فرمایا: جنین کے احوال سے آگاہ ہے، اور یقیناً جنین کی جنس جاننا جنین کے احوال میں سے ہے، لیکن دیگر معاملات جیسے: بچہ ماں کے پیٹ میں کتنا وقت گزارے گا، اور اس کی

زندگی کی مقدار، اس کے اعمال، اور اس کے رزق و روزی کی مقدار، اس کی نیک بختی اور بدبختی بھی ان حالات و معاملات میں سے ہے جو اس آیت کے عموم میں داخل ہے، کہ جس سے صرف اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library